AL-MISBAH RESEARCH JOURNAL

Al-Misbah, **Vol. 3, No. 1**(2023),14-34
https://almisbah.info/

قانونِ زکوۃ وعشر میں مستثنیاتِ زکوۃ کا تنقیدی جائزہ

A CRITICAL REVIEW OF ITEMS EXCEPTIONS FROM ZAKAT IN THE ZAKAT & USHR ORDINANCE

* Dr. Hafiz Atif Iqbal
** Dr. Muhammad Akram Hureri

ABSTRACT

In the Zakat and Ushr Law 1980 and other provincial Zakat and Ushr laws, ten items have been exempted from the deduction of zakat by the government and regarding the zakat of these items, the Zakat payer has been advised that the zakat of these items should either be paid by the government i.e., to deposit into the official Zakat Fund or pay Zakat to an institution (which can receive Zakat according to Shariah). A few debatable exceptions to Zakat are livestock, industrial trade, diamonds and stones, current account, foreign currency accounts, and joint accounts [Local & foreign], ancient, and modern scholars and jurists have presented their opinions on it according to Shariah and concluded that it is the responsibility of the Imam or Ruler to arrange the system of Zakat collection by these said items. It is hard work, but the government buys wheat from the farmers at the official level, so why is it not possible to collect zakat from cattle? Although an excuse can be made regarding cattle that it is more laborious, although there is also labour in the collection of wheat. Also, if the government takes appropriate measures in this regard and sells the same animals by setting up an official market on the occasion of Eid-ul-Adha, the people can be protected from social evils like forgery and dumping. In this paper, an analytical and critical approach has been adopted in the context of narrative research style and the written errors found in these Zakat laws have also been pointed out.

Keywords: Zakat and Ushr Law; Livestock; Current account; Jurists; Forgery.

* Research Associate, Department of Islamic History & Civilization, Academy of Islamic Studies, University of Malaya, Malaysia.
** Directorate of Edu, PWWF Lahore; Ex-Research Associate, University of Malaya, Malaysia; Visiting Faculty: The Knowledge International University KSA.

ISSN-Online: 2790-8828
ISSN-Print: 2790-881X

تعارف:

قانون زکوۃ و عشر ۱۹۸۰ اور دیگر صوبائی قوانین زکوۃ و عشر میں حکومت کی طرف سے دس اشیاء کو زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنی قرار دیا گیا ہے اور ان اشیاء کی زکوۃ کے حوالے سے صاحب نصاب کو کہا گیا ہے کہ وہ ان اشیاء کی زکوۃ یا تو حکومتی زکوۃ فنڈ میں جمع کرادے یا کسی ادارے (جو شرعی لحاظ سے زکوۃ وصول کر سکتا ہو) کو زکوۃ ادا کر دے۔[1]

ان مستثنیات زکوۃ میں ذیل ایسی ہیں جن پر قدیم و جدید علماء و فقہاء نے اپنی آراء پیش کی ہیں جس کا مرحلہ وار بیان حسب ذیل ہے۔

- قانون زکوۃ و عشر میں مویشی جات کا زکوۃ سے استثناء
- صنعتی تجارت پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء
- ہیرے جواہرات پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء
- کرنٹ اکاؤنٹ پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء
- غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء
- جوائنٹ اکاؤنٹ کی ایک صورت پر کٹوتیِ زکوۃ کا استثناء

نیز ان قوانین زکوۃ میں چند مقامات پر تحریری تسامحات بھی پائے گئے ہیں جن کی مندرج بالا استثنائی صورتوں کے ضمن میں نشاندہی کر دی گئی ہے۔

ا. قانون زکوۃ و عشر میں مویشی جات کا زکوۃ سے استثناء

قانون زکوۃ و عشر ۱۹۸۰ اور دیگر صوبائی قوانین زکوۃ و عشر میں مویشی جات سے متعلق زکوۃ کی ادائیگی کو حکومت نے مالکان کے سپرد کیا ہے۔

قانون زکوۃ و عشر ۱۹۸۰ میں بعنوان "Second Schedule" کے تحت لکھا ہے۔

"Items Not Subject to compulsory levy of Zakat But on which Zakat is payable by every sahib-e-Nisab according to the relevant Nisab, on self-assessment basis...9.Animals (fed free in pastures)(۱) Sheep or goat(۲) Bovine Animals(۳) Camel"[2]

اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا حکومت کا یہ اقدام شرعی لحاظ سے درست ہے؟

اس سوال کے جواب کی تمہید یہ ہے کہ مویشی جات سے متعلق زکوۃ کی وصولی کا شرعی حکم جاننے کے لیے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ مویشی جات کا تعلق اموالِ زکوۃ کی کس قبیل سے ہے اس بابت تفصیل یہ ہے کہ زکوۃ کی وصولی کے لحاظ سے اموال کی دو قسمیں ہیں:

اموالِ ظاہرہ: اموالِ ظاہرہ سے مراد وہ اموال ہیں جن کو چھپانا ممکن نہ ہو جیسے مویشی جات۔

اموالِ باطنہ: اموالِ باطنہ سے مراد وہ اموال ہیں جن چھپانا ممکن ہو جیسے نقدین (سونا، چاندی) وغیرہ۔

اس مختصر تفصیل سے واضح ہوا کہ مویشی جات کا تعلق اموال ظاہرہ کے قبیل سے ہے۔ اب سوال کی نوعیت یہ ہو گی کہ کیا حکومت کا اموالِ ظاہرہ سے زکوۃ کی ادائیگی کو مالکان کے سپرد کرنا صحیح ہے؟ اس بارے میں تفصیل درج ذیل ہے:

اموال ظااہرہ کی زکوۃ کے بارے میں تقریبا تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کرنا امام کی ذمہ داری ہے۔ البتہ اموال باطنہ کی زکوۃ وصول کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ بعض کے نزدیک حاکم کو ہی ان اموال کی زکوۃ وصول کرنے کا حق ہے اور بعض فقہاء کے نزدیک اموالِ باطنہ کی زکوۃ مالکان کے سپرد ہے جب کہ یہ امر متفق علیہ ہے کہ اموال ظاہرہ کی زکوۃ وصول کرنے کی ذمہ داری شریعت نے امام / حکومت کے ذمے رکھی ہے۔

علامہ کاسانی اموالِ ظاہرہ سے زکوۃ کی وصولی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالی کے فرمان (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً)[۳] کی تفسیر میں اکثر مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوۃ وصول کرنے کا حکم دیالہذا اس آیت مبارکہ کی رو سے امام کو زکوۃ کا مطالبہ کرتے اور لینے کا حق حاصل ہے یعنی صرف زکوۃ لینے کا ہی نہیں بلکہ زکوۃ کے مطالبہ کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔[۴]

علامہ ابو حیان اندلسی اپنی تفسیر "البحر المحیط" میں آیتِ مبارکہ (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) کے جزء (خُذ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ آیتِ مبارکہ کا لفظ (خُذ) اس بات پر دلیل ہے کہ امام کو صدقات کے اخذ کرنے کا حق ہے یعنی یہ اس کی من جانب اللہ ذمہ داری ہے۔

"وفی قولہ (خُذْ) دلیل علی ان الامام ہو الذی یتولی اخذ الصدقات"[۵]

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک امام / حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ محصلین کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجے اور امام کے لیے یہ کام آیت مبارکہ (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) کی رو سے واجب ہے۔[۶]

اسی طرح حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو ایک ہدایت یہ بھی دی کہ زکوۃ اللہ تعالی نے مسلمانوں پر فرض کی ہے لہذا اس کو مسلمانوں کے افراد سے لیکر مسلمانوں کے غرباء میں تقسیم کرنا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو اس بات کا پابند کیا کہ زکوۃ کی وصولی اور تقسیم کی ذمہ داری تمہاری یعنی حکومت کی ہے۔

"ان اللہ افترض علیہم صدقۃ تؤخذ من اغنیائہم وترد علی فقرائہم"[۷]

نیز حضرت ابو صدیقؓ کا یہ ارشاد کہ اللہ کی قسم! اگر وہ لوگ مجھ سے ایک رسی بھی روکیں گے جسے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیتے تھے تو اس کی روکنے پر میں ان سے قتال کروں گا۔

"واللہ لو منعونی عقالا کانوا یؤدونہ الی رسول اللہ صلی ا للہ علیہ وسلم لقاتلہم علی منعہ"[۸]

حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ارشاد میں لفظ "عقالا" (رسی) اس بات پر دال ہے کہ آپؓ نے اموالِ ظاہرہ (مویشی جات) کی زکوۃ نہ دینے والوں کے خلاف سخت اقدامات کیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اموالِ ظاہرہ کی زکوۃ دینا امام کو واجب ہے۔ اور امام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اموال کی زکوۃ لوگوں سے وصول کرے۔ جمہور فقہاء نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اسی اقدام پر اموالِ ظاہرہ کی زکوۃ میں اتفاق کیا ہے کہ عوام الناس اپنی اموال ظاہرہ کی زکوۃ صرف حکومت ہی کو ادا کریں نیز اسی بناء پر جمہور فقہاء کے ہاں عوام الناس کو اموال ظاہرہ کی زکوۃ خود سے نکالنے کا اختیار نہیں ہے اور شوافع کے ہاں تو یہ صراحت بھی ہے کہ جس شخص نے اموالِ ظاہرہ کی زکوۃ خود نکال لی تو وہ اس کے لیے کافی نہ ہوگی یعنی اس کی زکوۃ قابلِ قبول نہ ہوگی۔[۹]

البتہ امام احمد کے نزدیک اموالِ ظاہرہ واموالِ باطنہ کی زکوۃ یکساں طور پر امام کو دینا واجب نہیں ہے یعنی مالکان ہر قسم کی زکوۃ مستحق کو خود ادا کریں۔

"ولنا علی جواز دفعہا بنفسہ انہ دفع الحق الی مستحقہ الجائز تصرفہ فاجزاہ"[۱۰]

حاصل بحث یہ ہے کہ اموالِ زکوٰۃ کی اقسام میں اموال باطنہ کے بارے میں تو فقہاء کا اختلاف ہے کہ اموالِ باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنا حکومت کا حق ہے یا صاحبِ مال خود اس کی زکوٰۃ لوگوں پر تقسیم کرے لیکن اموال ظاہرہ کے بارے میں تقریباً تمام فقہاء متفق ہیں کہ ان اموال کی زکوٰۃ کی وصولی حکومت کا حق ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا باقاعدہ اہتمام کرے اور امام احمد کے حوالے سے جو جواز بیان کیا جاتا ہے وہ صرف امام احمد کے نزدیک اس صورت میں ہے جب صاحب مال کو امام یا اس کے عمال کی جانب سے خیانت کا اندیشہ ہو لیکن اگر امام عادل طلب کرے تو اتفاقی طور پر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔[11]

اس شرعی رہنمائی کی روشنی میں پاکستان کے قانونِ زکوٰۃ و عشر کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان کے قانونِ زکوٰۃ و عشر میں مویشی جات سے متعلق زکوٰۃ کی ادائیگی کو حکومت کی طرف سے مالکان کے سپرد کرنا درست نہیں ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اموالِ باطنیہ کی بہ نسبت اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ حکومتی سطح پر وصول ہونا اور اس کا باقاعدہ اہتمام ہونا اظہر من الشمس ہے۔

اور فقہاء کے ہاں یہ امر اتفاقی ہے کہ خصوصاً اُس دور میں جب لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوتاہی برتتے ہوں ایسی صورت میں امام کی یہ شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ لوگوں سے جبراً و قہراً زکوٰۃ کی وصولی کرکے دین کے ایک رکن کو منہدم ہونے سے بچائے۔[12]

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ میں بالخصوص صاحبِ نصاب کی خیانت کی نشاندہی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ زکوٰۃ کے خوف سے متفرق کو جمع اور جمع کو متفرق نہیں کیا جائے گا۔

"لا یجمع بین متفرق و لا یفرق بین مجتمع خشیۃ الصدقۃ"[13]

اور فقہاء کے اس حدیث کے بارے میں اتفاق ہے کہ یہ حدیث مویشی جات سے متعلق ہے مزید یہ کہ حکومتی قانون زکوٰۃ و عشرہ میں اموال باطنہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا التزام تو موجود ہے کہ جس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ حکومت کا ایسا اقدام جائز ہے یا نہیں ہے لیکن جس مسئلے میں علماء کا اتفاق ہے کہ اموالِ ظاہرہ یعنی مویشی جات کی زکوٰۃ وصول کرنا حکومت کا حق ہے۔ اُس مسئلے سے حکومتی قانونِ زکوٰۃ و عشر میں پہلو تہی اختیار کی گئی ہے۔

حکومتِ پاکستان کی توجہ اسی جانب مبذول کرانے کے لیے ڈاکٹر حسن مدنی "محدث" رسالہ میں بعنوان "زکوٰۃ کو اجتماعی طور پر جمع کرنا اور اس کی سرمایہ کاری کرکے تقسیم کرنا؟ کے تحت لکھتے ہیں:

> زکوٰۃ کا اصل اور شرعی نظام یہی ہے کہ نماز کی طرح اسے بھی اجتماعی طور پر جمع اور تقسیم کیا جائے۔ اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ اپنے طور پر تقسیم کرنا بالاتفاق ناجائز ہے"[14]

مولانا محمد یوسف لدھیانوی "فتاوی بینات" میں حکومت کے اس اقدام کی وجہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

> "مویشیوں کی زکوٰۃ کو (جس کی تحصیل و تقسیم حکومت کے ذمہ ہے) حکومت کے دائرہ کار سے یکسر خارج کر دیا گیا ہے اس میں غالباً یہ مصلحت کار فرما ہے کہ تحصیلِ زکوٰۃ کے عملہ کو پہاڑوں، جنگلوں اور وادیوں میں جانے کی زحمت نہ اٹھانا پڑے"[15]

ان تمام تصریحات کی روشنی میں یہ واضح ہوتا ہے کہ حکومت / امام کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اموالِ ظاہرہ کی زکوٰۃ وصول کرنے کا باقاعدہ اہتمام کرے۔

مویشی جات سے متعلق پاکستانی قانونِ زکوۃ وعشر میں تحریری تسامحات:

پاکستان کے قانونِ زکوۃ وعشر میں اگرچہ مویشی جات کی زکوۃ کو مالکان کے سپرد کیا گیا ہے لیکن اس قانونی دفعہ میں چند تحریری تسامحات ہیں جو درج ذیل ہیں:

اونٹ کا نصاب: اونٹ کے نصاب کی شق نمبر ۲ میں یہ رقم ہے کہ ۵ اونٹوں سے لیکر ۲۵ اونٹوں تک نصاب میں ایک لازم ہے۔

تسامحات:

(i) اس شق میں ایک کی تفصیل موجود نہیں ہے کہ وہ ایک بکری مراد ہے یا ایک اونٹنی۔

(ii) نیز ۵ اونٹوں سے لیکر ۲۴ اونٹوں کا نصاب بھی سرے سے شامل نہیں ہے۔

"Camels (ii)For owners of 5 to 25 heads:one[16]"

حکومت پنجاب نے 2018 میں ترمیم شدہ زکوۃ ایکٹ کے تحت اس تسامح کی تصحیح کر دی ہے[۱۷] لیکن مرکزی زکوۃ وعشر میں یہ تسامح ابھی بھی موجود ہے البتہ حکومتِ سندھ اور حکومت بلوچستان کے قوانینِ زکوۃ وعشر میں شروع سے ہی یہ تسامح نہیں پایا گیا ہے۔

"Camel: For owners of 5 to 24 heads: one sheep or goat for every five heads"[18]

ان دونوں صوبائی قوانینِ زکوۃ وعشر کی مندرج عبارات شرعی لحاظ سے بالکل درست ہیں کیونکہ شریعت اسلام میں اونٹ کا ابتدائی نصاب بالکل یہی ہے۔ مثلاً علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ پانچ اونٹوں سے کم میں زکوۃ نہیں ہے اور پھر پانچ اونٹوں میں ایک بکری (یا بھیڑ) واجب ہے، دس میں دو بکریاں (یا بھیڑیں) پندرہ میں تین بکریاں (یا بھیڑیں) اور بیس میں چار بکریاں (یا بھیڑیں) واجب ہیں۔[۱۹]

اور یہ نصاب تمام فقہاء کے ہاں متفق ہے اور اس کی بنیاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مکتوب حضرت صدیق اکبرؓ کے نام لکھا اور آپؓ نے وہ مکتوب حضرت انسؓ کو لکھ دیا جس میں درج تھا کہ چوبیس اور اس سے کم اونٹوں میں بکریاں ہیں اور ہر پانچ اونٹوں میں ایک بکری ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحيم. ہذه فريضة الصدقة التى فرض رسول الله على المسلمين والتى امر الله بہا رسولہ... فى اربع وعشرين من الابل فما دونہا الغنم من كل خمس شاة"[۲۰]

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے یہ اس فرض صدقہ کے بارے میں ہدایت نامہ ہے جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں پر فرض کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے"

اسی طرح قانونِ زکوۃ وعشر ۱۹۸۰ء زکوۃ وعشر بل پنجاب ۲۰۱۲ اور قانونِ زکوۃ وعشر خیبر پختونخواہ ۲۰۱۱ میں اونٹ کے نصاب کی تیسری شق میں بھی تحریری سقم ہے۔

تسامحات:

(i) اس شق میں اونٹ کے تدریجی نصاب کی ایک شرح ۲۶ اونٹوں سے شروع کی گئی ہے حالانکہ وہاں شرعی لحاظ سے ۲۵ اونٹوں سے ابتداء ہونی چاہئے البتہ حکومت پنجاب نے 2018 میں ترمیم شدہ زکوۃ ایکٹ کے تحت اس تسامح کی بھی تصحیح کر دی ہے۔[۲۱]

"Camels (iii)For owners of 26 to 35 heads :one she camel between one year and two years old[22]"

جب کہ حکومتِ سندھ اور حکومت بلوچستان کے قوانینِ زکوۃ وعشر میں یہ تسامح شروع سے ہی موجود نہیں ہے۔

"Camels For owners of 25 to 35 heads:one she camel between one year and two years old[23]"

(ii) اونٹ کے تدریجی نصاب کی اس شرح میں ایک تسامح ایسا ہے جو تمام پاکستانی قوانینِ زکوۃ وعشر میں مشترک ہے۔ وہ اونٹ کے تمام تدریجی نصاب میں دیئے گئے جانوروں کی عمر میں تسامح ہے۔ اس مسئلہ کی آسان تفہیم کے لیے اولاً اونٹ کے تدریجی نصاب میں دیئے گئے جانوروں کی عمر کا شرعی لحاظ سے ذکر کیا جانا ضروری ہے اس لیے ذیل میں اونٹ کے تدریجاً نصاب میں دیئے جانے والے جانوروں کے ناموں کے ساتھ ان کی عمر کو استنادی، انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

۱. **بنت مخاض:** ایک سالہ اونٹنی جس کا لغوی معنی ہے "حاملہ کی بیٹی" اصطلاحی میں اس سے مراد وہ اونٹنی ہوتی ہے جو ایک سال مکمل کر کے دوسرے سال میں قدم رکھے۔ اس لیے کہ بچہ کے ایک سال کی تکمیل تک اس کی ماں عموماً حاملہ ہو جاتی ہے۔

"بنت مخاض لان الناقۃ اذا ولدت ولد تم حمل علیہا بعد ولادتہا فانہا لا تصیر مخضا الا بعد سنۃ"[24]

۲. **بنت لبون:** لغوی معنی "دودھ والی بیٹی" یہ اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے دو سال مکمل کر لیے ہوں اور تیسرے سال میں قدم رکھا ہو اس لیے کہ عموماً ایک بچہ کے دو سال مکمل کرنے تک اس کی ماں دوسرا بچہ جننے کے بعد "دودھ والی" ہو جاتی ہے۔

"بنت لبون: سمیت بہ لان امہا تلد اخری وتکون ذات لبنا غالبا"[۲۵]

۳. **حقہ:** ایسی اونٹنی جس نے تین سال مکمل کر لیے ہوں اور چوتھے سال میں قدم رکھا ہو اور اسے حقہ اس لیے کہتے ہیں کہ اس پر سواری اور بوجھ لادنے کا حق ثابت ہو جاتا ہے۔

"وہی التی طعنت فی الرابعۃ وحق لہا ان ترکب و تحمل"[۲۶]

۴. **جذعۃ:** ایسی اونٹنی جو چار سال مکمل کر کے پانچویں سال میں داخل ہو جائے۔

"الجذعۃ ما تم لہا اربع"[۲۷] "وہی التی دخلت فی الخامسۃ"[۲۸]

اور جذعہ کا لغوی مفہوم ہے ساقط ہونا اور اس کو جذعہ بھی اسی لیے کہا جاتا ہے کہ زکوۃ کے واجب ہونے والے اونٹ کے بچوں میں سے آخری ہے کہ اس سے زیادہ عمر کا بچہ زکوۃ میں ساقط ہے۔

"جذعۃ وہی اقصی سن لہا مدخل فی الزکاۃ"[۲۹]

ان تمام تفصیلات کے بعد اب اونٹ کا شرعی نصاب یہ حدیث ہے۔

"فاذا بلغت خمسا وعشرین الی خمس و ثلاثین ففیہا بنت مخاض"[۳۰]

یعنی ۲۵ اونٹوں سے ۳۵ اونٹوں تک ایک بنت مخاض (یعنی ایک سالہ اونٹنی جس نے دوسرے سال میں قدم رکھا ہو)

جبکہ پاکستان کے تمام قوانینِ زکوۃ وعشر میں اس نصاب میں دی جانے والی اونٹنی کی عمر ایک اور دو سال کے درمیان لکھی گئی ہے یعنی اگر کوئی شخص اس حکومتی نصاب کی رو سے کوئی اونٹنی دینا چاہے تو مکمل ایک سالہ اونٹنی نہیں دے سکتا ہے یعنی اُس اونٹنی کا ڈیڑھ سالہ ہونا ضروری ہے۔

اور اسی طرح اونٹ کے چوتھے، پانچویں اور چھٹے نصاب میں بھی عمروں میں تدریجاً ایسا ہی تسامح پایا جاتا ہے یعنی اونٹوں کے چوتھے تدریجی نصاب (۳۶ تا ۴۵ اونٹوں) میں بطور زکوۃ دی جانے والی اونٹنی کی عمر شرعی لحاظ سے مکمل دو سال اور تیسری سال میں صرف قدم رکھنا ضروری ہے جبکہ حکومتی قانون زکوۃ و عشر میں اس نصاب میں دی جانے والی اونٹنی کی عمر ڈھائی سال لکھی گئی ہے۔ یہی تسامح نصاب کے پانچویں درجے میں ساڑھے تین سال کی صورت میں لکھا گیا ہے اور بالترتیب نصاب کے چھٹے درجے میں بطور زکوۃ دی جانے والی اونٹنی کی عمر ساڑھے چار سال لکھی گئی ہے۔

"Camels (iv)For owners of 36 to 45 heads:one she camel between two years and three years old: (v) For owners of 46 to 60 heads: one she camel between three years and four years old (vi) For owners of 61 to 75 heads: one she camel between four years and five years old[31]"

جبکہ شرعی لحاظ سے حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان تدریجی نصابوں میں جس جانور کو بطور زکوۃ دیئے جانے کا تذکرہ ہے ان کے نام بالترتیب حدیثِ مبارکہ میں یہ ہیں اور ان جانوروں کی عمروں کا تعین ما قبل تفصیلات میں سند کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے یعنی ایک بنت مخاض: ۲۵ تا ۳۵ اونٹوں میں بطور زکوۃ دی جائے گی۔ ایک بنت لبون: ۳۶ تا ۴۵ اونٹوں میں بطور زکوۃ دی جائے گی۔ ایک حقہ: ۴۶ تا ۶۰ اونٹوں میں بطور زکوۃ دی جائے گی اور ایک جذعہ: ۶۱ تا ۷۵ اونٹوں میں بطور زکوۃ دی جائے گی۔

"فاذا بلغت خمسا و عشرين الى خمس و ثلاثين ففيها بنت مخاض انثى، فاذا بلغت ستا وثلاثينالى خمس و اربعين ففيها بنت بنت لبون انثى، فاذا بلغت ستا واربعين الى ستين ففيها حقة انثى، فاذا بلغت واحدة وستين الى خمس و سبعين ففيها جذعة"[32]

گائے کا نصاب: گائے کے نصاب کی شق نمبر ۲ اور شق نمبر ۳ میں یہ رقم ہے کہ گائے کے نصاب میں جب ان کی تعداد ۳۰ تا ۳۹ ہو تو اس میں گائے کا ڈیڑھ سالہ بچہ بطورز کوۃ دیا جائے گا۔ اور اسی طرح شق نمبر ۳ میں رقم ہے کہ جب گائے کا نصاب ۴۰ تا ۴۹ ہو تو اس نصاب کی صورت میں گائے کا ڈھائی سالہ بچہ بطورِ زکوۃ دیا جائے گا۔

"Bovine Animals: (ii) For owners of 30 to 39 heads: one calf between one year and two years old(iii) For owners of 40 to 59 heads: one calf between two year and three years old"[33]

تسامح: گائے کے اس تدریجی نصاب کی شرح میں بطور زکوۃ دیئے جانے والے جانوروں کی عمروں میں بھی شرعی لحاظ سے سقم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گائے کا نصاب یہ منقول ہے:

"ومن البقرة من كل ثلاثين تبيعا ومن كل اربعين مسنة"[۳٤]

اس حدیثِ مبارکہ میں گائے کا نصاب ۳۰ اور ۴۰ سے کم میں ایک تبیعہ جانور ہے اور اسی طرح ۴۰ پر ایک مسنہ ہے۔

تبیعہ: گائے کا وہ بچہ جو دوسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو۔ "وہی التی طعنت فی الثانیة"[۳۵]

مسنہ: گائے کا وہ بچہ جس کے دو سال مکمل ہو چکے ہوں اور تیسرے سال میں قدم رکھ چکا ہو۔ "مسنة وہی التی تم لہا سنتان"[۳٦]

حاصل بحث یہ ہے کہ حکومتی قانونِ زکوۃ و عشر میں گائے کے نصاب کی عمروں میں شرعی لحاظ سے سقم ہے کیونکہ شرعی لحاظ سے گائے کے نصاب میں ۳۰ تا ۳۹ گائیوں میں گائے کا ایک مکمل سالہ بچہ بطور زکوۃ لازم ہے جبکہ حکومتی قانون زکوۃ کی رُو سے ڈیڑھ سالہ گائے کا بچہ بطور زکوۃ لازم

ہے۔ اسی طرح ۴۰ تا ۵۹ گائیوں میں شرعی لحاظ سے مکمل دو سالہ بچہ بطور زکوۃ لازم ہے جبکہ حکومتی قانونِ زکوۃ کی رو سے ڈھائی سالہ گائے کا بچہ بطور زکوۃ لازم ہے۔

۲۔ صنعتی تجارت پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء

پاکستانی کی قانونِ زکوۃ وعشر میں صنعتی تجارت کو بھی زکوۃ کی کٹوتی سے استثناء حاصل ہے اگرچہ اُس استثنائی صورت میں مالکان کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ صنعتی ادارے کے خام مال اور تیار مال پر ڈھائی فیصد زکوۃ ادا کریں۔[37]

اب مسئلہ طلب یہ ہے کہ کیا حکومتی قانونِ زکوۃ وعشر میں صنعتی اداروں سے زکوۃ نہ لینا اور ان میں مستوجب زکوۃ کو مالکان کے سپرد کرنا شرعی لحاظ سے درست ہے؟ اس مسئلہ کی تفہیم کے لیے اولاً یہ سمجھنا ضروری ہے کہ صنعتی اداروں میں خام مال اور تیار مال اموالِ زکوۃ میں اموال کی کس قبیل سے ہیں۔

مسئلہ یہ ہے کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ سامانِ تجارت کا تعلق اموالِ ظاہرہ سے ہے بشرطیکہ وہ سامانِ تجارت اندرون وبیرون ملک درآمد وبرآمد ہوتا ہو۔[۳۸]

فتاوی بینات میں ہے:

> ”زمین کی پیداوار غلہ، پھل وغیرہ مال مویشی، بکریاں، بیل، گائے اونٹ اور وہ تجارتی مال جو بیرون ملک درآمد، برآمد ہوتا ہو یا جو ملک کے اندر ایک حصے سے دوسرے حصے میں منتقل ہوتا ہو یہ سب اموال ظاہرہ ہیں“[۳۹]

ان تصریحات کی روشنی میں عصرِ حاضر کے صنعتی اداروں کے عروضِ تجارت کے بارے میں یہ کہنا مشکل ہو گا کہ وہ اندرونی وبیرونی درآمد وبرآمد نہ ہوتے ہوں لہذا قرآن حکم (خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً) کی رُو سے حکومت کی شرعی ذمہ داری ہے کہ وہ اموالِ ظاہرہ کی زکوۃ لینے کے عمل کو یقینی بنائے۔ نیز بالخصوص صنعتی ترقی کے دور میں ان کو حکومتی زکوۃ سے استثناء دینا ”انفع للمساکین“ کے اصول کے بھی خلاف ہے۔ نیز حضرت عمرؓ باقاعدہ سرکاری سطح پر اموالِ تجارت سے زکوۃ لیا کرتے تھے۔ حضرت عبد الرحمن بن عبد القاریؒ فرماتے ہیں جو حضرت عمرؓ کے دور میں حضرت عبید اللہ بن ارقمؓ کے ساتھ بیت المال پر مقرر تھے کہ جب سالانہ تنخواہوں کی تقسیم کا وقت آتا تو حضرت عمرؓ تمام اموالِ تجارت کو جمع فرما کر ان کے نقد اور ادھار کا حساب فرماتے، پھر حاضر وغائب ہر طرح کے مال سے زکوۃ وصول فرماتے تھے۔ حتی کہ آپؓ نے بیش قیمت گھوڑوں کی بھی زکوۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔

> ”عن عبد الرحمن بن عبد القاری وکان علی بیت المال فی زمن عمر مع عبید اللہ بن ارقم فاذا خرج العطاء جمع عمر رضی ا للہ عنہ اموال التجارۃ فحسب عاجلها وآجلها ثم یاخذ الزکاۃ من الشاہد و الغائب“[۴۰]

اور یہی روایت کتاب الاموال میں امام ابو عبید سے بھی منقول ہے۔[۴۱]

اسی طرح حضرت عمر بن عبد العزیزؒ سے بھی ثابت ہے کہ آپؒ نے اپنے کسی عامل کو لکھا کہ جو مسلمان تجارتی سامان لیکر گزریں ان سے بحساب ہر چالیس دینار پر ایک دینار زکاۃ وصول کرو اور اس سے کم بیس دینار تک اسی حساب سے وصول کرو، یعنی نصف دینار "فحساب ذلک حتی تبلغ عشرین دینارا“[۴۲]

البتہ صنعتی تجارت میں صنعتی اداروں اور مشینوں پر زکوۃ کے وجوب کے لیے شرعی حکم یہ ہے کہ صنعتی تجارت میں وہ اوزار اور مشینیں جو ذریعہ آمدنی ہیں یعنی ان کی استعمال سے مال تیار کیا جاتا ہے اُس پر بالاتفاق زکوۃ واجب نہیں ہے لیکن جو اوزار تجارت کے مقصد کے پیش نظر ہوں اُن میں بہر صورت زکوۃ ہے۔[۴۳]

اسی طرح سامانِ تجارت پر زکوۃ کے وجوب کے لیے دیگر شرائط بھی ہیں:

(۱) مال تجارت کی قیمت نقدین میں سے کسی ایک کے نصاب تک پہنچی ہوئی ہو۔

(۲) سامانِ تجارت پر سال کا گذرنا بھی شرط ہے۔ (۳) سامانِ تجارت میں تجارت کی نیت شامل ہو۔

(۴) تجارتی مال ایسا ہو جس میں تجارت کی نیت صحیح ہو مثلاً کسی شخص نے ایسی زمین خریدی جس کی پیداوار پر عشر واجب ہوتا ہے تو اُس زمین کو تجارتی زمین متصور نہیں کیا جائے گا۔[۴۴]

حاصل بحث یہ ہے کہ حکومتی سطح پر قانونِ زکوۃ و عشر کی رُو سے صنعتی تجارت پر زکوۃ کی لازمی کٹوتی کو یقینی بنایا جانے بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اس عمل میں حکومتی زکوۃ فنڈ میں اضافہ کے ساتھ غربا اور فقراء کا فائدہ بھی زیادہ ہے۔[۴۵]

3۔ ہیرے جواہرات پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء

پاکستان کے قانون زکوۃ و عشر میں یہ بات صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ ہیرے جواہرات پر حکومت کی طرف سے زکوۃ وصول نہیں کی جائے گی بلکہ صاحب نصاب خود اس کی زکوۃ نکالے۔[46]

اس قانون کے تحت شرعی لحاظ سے یہ راہ نمائی مطلوب ہے کہ کیا شرع متین میں ہیرے جواہرات پر زکوۃ لازم ہے؟ اس بابت تفصیل حسب ذیل ہے۔ جمہور فقہاء کا اتفاق ہے کہ ہیرے جواہرات مثلاً یاقوت، زمرد، مرجان اور الماس وغیرہ سب میں زکوۃ لازم نہیں ہے بشرطیکہ یہ تمام اشیاء تجارت کی نیت سے نہ خریدے گئے ہوں۔[۴۷] اسی حوالے سے امام نووی بھی لکھتے ہیں۔

"لا زكاة فيما سوى الذهب والفضة من الجواهر كالياقوت والفيروز، واللؤلؤ ومرجان والزمرد... وان حسنت صنعتها وكثرت قيمتها"[۴۸]

البتہ امام احمدؒ کے نزدیک ہر وہ چیز جو زمین سے نکلے اُس میں زکوۃ چاہے یاقوت وبلور وزمرد یا عقیق ہی کیوں نہ ہو۔

"فی صفة المعدن الذى يتعلق به وجوب الزكاة وهو كل ما خرج من الارض... من الحديد والياقوت الزبرجد والبلور والعقيق"[۴۹]

اور امام احمد اس پر یہ دلیل دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (و مما اخرجنا لكم من الارض) [۵۰]یعنی زمین سے جو بھی نکلے اُس پر زکوۃ ہے۔[۵۱]

بہرحال مفسرین کرام اس آیت مبارکہ (ومما اخرجنا لکم من الارض) کی تفسیر میں درج ذیل مؤقف رکھتے ہیں۔ علامہ وھبۃ الزحیلی اس بابت لکھتے ہیں کہ آیت مبارکہ کے اس جزو سے مراد وہ پاکیزہ چیزیں ہیں جو گندم اور پھلوں کی شکل میں ہوں۔

"ومما اخرجنا لكم من الارض اى ومن طيبات ما انبتنا من الحبوب والثمار"[۵۲]

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں کہ آیت مبارکہ کا یہ حصہ (و مما اخرجنا لکم من الارض) اور اللہ تعالیٰ کا یہ قول (وَآتُوْا حَقَّہ یَوْمَ حَصَادِہ) زمین کے عشر کے بیان میں وارد ہوا ہے۔

"و مما اخرجنا لکم من الارض وقال تعالی (وَآتُوْا حَقَّہ یَوْمَ حَصَادِہ) [٥٣] ثم وقع البیان بالعشر ونصف العشر" [٥٤]

مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں معارف ومسائل کے عنوان کے تحت رقمطراز ہیں:

"(ومما اخرجنالکم من الارض) میں لفظ (اخرجنا) سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ عشری زمین میں عشر واجب ہے"[٥٥]

علامہ واحدی بھی لکھتے ہیں کہ آیت مبارکہ (ومما اخرجنالکم من الارض) سے مراد دانے یعنی گندم ہے جس میں زکوۃ واجب ہوتی ہے۔

"و مما اخرجنا لکم من الارض" یعنی الحبوب التی یجب فیہا الزکاۃ"[٥٦]

لیکن اگر ہیرے جواہرات تجارت کی نیت سے خریدے اور جمع کیے گئے ہوں تو اُن پر بھی زکوۃ لازم ہوگی۔صاحبِ درمختار اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

"لا زکاۃ فی اللالی والجواہر) وان ساوت ألفا اتفاقًا (الا ان تکون للتجارۃ" [٥٧]

نیز فتاوی عالمگیری میں بھی یہی رائے بیان کی گئی ہے۔[٥٨]

فتح القدیر میں یہ مسئلہ بھی رقم ہے کہ اگر کوئی شخص قیمتی جواہرات کا مالک ہو جو دنانیر کے لحاظ سے کئی گنا زیادہ ہوں لیکن ان قیمتی جوہرات میں اگر اُس کی نیت تجارت کی ہے تو زکوۃ ہوگی ورنہ نہیں۔

"من ملک من الجواہر النفیسۃ ما تساوی الدما من الدنانیر ولم ینوا فیہا التجارۃ لا تجب فیہا الزکاۃ" [٥٩]

اسی طرح مختلف کتب فتاوی میں بھی یہی صراحت منقول ہے۔مثلاً فتاوی دارالعلوم دیوبند میں ہے:

"پس زیورات، جواہرات تجارت کیلئے نہیں ہیں تو اُس میں زکوۃ نہیں ہے"[٦٠]

فتاوی حقانیہ میں ہے:

"تمام وہ قیمتی پتھر جو تجارت کی غرض سے اپنے پاس نہ رکھے ہوں ویسے شغلاً رکھے ہوں تو اُن پتھروں پر زکوۃ واجب نہیں"[٦١]

فتاوی بینات میں ہے:

"قیمتی دھاتوں، پتھروں کی مصنوعات......پر صرف اُس صورت میں زکوۃ واجب ہوتی ہے جب کہ وہ تجارت کیلئے ہوں"[٦٢]

مفتی انعام الحق قاسمی لکھتے ہیں کہ خالص ہیرا اور صرف ہیرے سے بنے ہوئے زیورات پر زکوۃ واجب نہیں ہے۔[٦٣]

نیز مفتی منیب الرحمن تفصیلاً لکھتے ہیں کہ قیمتی ہیرے، جواہرات مثلاً زمرد، عقیق اور یاقوت وغیرہ اگر ذاتی استعمال میں ہیں تو اُن پر زکوۃ نہیں ہے لیکن اگر جوہری کی دوکان پر تجارت کیلئے ہیں تو ان کی موجودمالیت پر زکوۃ واجب ہے اسی طرح اگر کسی نے قیمتی ہیرے جواہرات خرید کر اس لیے رکھے ہوں کہ زیادہ قیمت ملنے پر فروخت کرے گا پھر یہ مال تجارت کی طرح ہیں ان پر زکوۃ عائد ہوگی۔[٦٤]

فتاوی دارالعلوم کراچی میں بھی ہے:

"ہیرے جواہرات اور قیمتی پتھروں پر زکوۃ نہیں بشرطیکہ پتھر تجارت کیلئے نہ ہوں"[٦٥]

ان تمام فتاوی جات اور مفتیانِ کرام کی آراء سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ ہیرے اور جواہرات پر زکوۃ لازم ہے بشرطیکہ وہ تجارت کی غرض سے جمع کیے ہوں۔

عقلی شبہات:

- بعض عقلیت پسندوں کی طرف سے یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ہیرے جواہرات جن کی بعض اوقات قیمتیں سونے اور چاندی کے نصابوں سے بھی زیادہ ہوتی ہیں تو اس صورت میں صرف سونے اور چاندی پر زکوۃ کو لازم کرنا صحیح نہیں ہے۔
- دوسرا عقلی شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہیرے جواہرات کو استعمال کیا جائے یا نہ کیے جائے پھر بھی زکوۃ لازم نہیں ہے بشرطیکہ یہ اموال تجارت کی نیت سے نہ ہوں۔ لیکن اس کے برعکس سونے اور چاندی کے زیورات پورا سال استعمال کریں پھر بھی زکوۃ لازم ہے جبکہ استعمالی چیزوں پر بطریق اولیٰ زکوۃ نہیں ہونی چاہیے۔

شبہات کا ازالہ:

پہلا شبہ کہ ہیرے جواہرات پر زکوۃ نہیں لیکن سونا اور چاندی پر زکوۃ ہے۔ اس کا نقلی جواب یہ ہے کہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونا اور چاندی پر زکوۃ کو لازم قرار دیا۔ اسی حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے۔

"لیس فی اقل من عشرین مثقالا من الذہب ولا فی اقل من مائتی درہم صدقۃ"[٦٦]

"بیس مثقال سے کم سونا میں اور دوسو درہم سے کم (یعنی چاندی) میں زکوۃ نہیں ہے"

جبکہ ہیرے جواہرات میں زکوۃ کے لازم نہ ہونے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ پتھر میں کوئی زکوۃ نہیں ہے۔

"لا زکاۃ فی حجر"[٦٧]

مزید یہ کہ ہیرے جواہرات پر پھر کلی طور پر زکوۃ لازم نہیں ہونی چاہیے کیونکہ بالا حدیث رسول میں تجارت کی نیت کی کوئی قید نہیں ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک دوسری حدیثِ مبارکہ منقول ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پتھروں پر زکوۃ کو تجارت کی ساتھ مشروط قرار دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لیس فی حجر اللؤلو ولا حجر الزمرد زکاۃ الا ان یکون للتجارۃ فان کان للتجارۃ ففیہا زکاۃ"[٦٨]

بہر حال اس نقلی دلیل (حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) سے فرضی معترض کے دونوں شبہات کا ازالہ ہو چکا ہے نیز امام سرخسی ان دونوں (نقدین اور ہیرے جواہرات) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ سونے اور چاندی میں زکوۃ کا وجوب عین یعنی ذات کے اعتبار سے ہے اور یہ اعتبار صنعت اور استعمال سے تبدیل نہیں ہوتا ہے جبکہ جواہرات میں زکوۃ عین یعنی ذات کے اعتبار سے لازم نہیں ہے بلکہ "نما" یعنی بڑھوتری کے ذریعے لازم ہو گی اور "نما" کا تحقق، تجارت سے وابستہ ہے اس لیے تجاررت کی نیت سے رکھے ہوئے ہیرے جواہرات پر زکوۃ دیگر اموالِ تجارت کی طرح لازم ہو گی۔[٦٩]

دوسرے شبہ کا جواب امام نووی کی ایک عبارت سے دیا جا سکتا ہے جس میں امام نووی لکھتے ہیں کہ آگر ایک عورت زیورات تجارت کی نیت سے خریدتی ہے تو اس پر زکوۃ واجب ہے اگر چہ وہ ان کو پہنتی بھی ہو اور یہ مسئلہ بالکل اس طرح ہے جیسا کہ ایک شخص تجارت کے جانوروں کو استعمال کرتا ہے۔[۷۰]

حاصل بحث یہ ہے کہ ہیرے جواہرات میں زکوۃ اس وقت لازم ہے جب وہ تجارت کی نیت سے خریدے اور جمع کیے گئے ہوں تاہم اگر تجارت کی نیت سے تو یہ ہیرے جواہرات نہ جمع کئے ہوں بلکہ زکوۃ اور ٹیکس سے بچنے کے لیے ایسا عمل اختیار کیا ہو تو اس صورت میں احتیاط اسی میں ہے کہ مزید ثواب کے حصول کے لیے زکوۃ ادا کر دی جائے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ ہیرے جواہرات کے بارے میں سرکاری قانونِ زکوۃ میں تحریراً سقم پایا جاتا ہے وہ ایسے کہ سرکاری قانونِ زکوۃ میں رقم ہے کہ "قیمتی دھاتین اور پتھر اور ان کی مصنوعات تاریخ تشخیص مالیت پر بازاری مالیت کا ۲ء۵ فیصد"[۷۱]

یہاں تحریر یہ ہونی چاہئے کہ ہیرے جواہرات میں زکوۃ اس وقت لازم ہوگی جب وہ تجارت کی نیت سے خریدے یا جمع کیے گئے ہوں۔ پھر چاہے اس تحریر کو زکوۃ کے لوازمات کی فہرست میں شامل کیا جائے یا زکوۃ سے مستثنیات میں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ہے کیونکہ اس میں من وجہ بشرطِ تجارت زکوۃ لازم ہے اور من وجہ عدم نیتِ تجارت زکوۃ لازم نہیں ہے۔

4۔ کرنٹ اکاؤنٹ پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء

اس مسئلہ کی تفہیم کیلئے سب سے پہلے کرنٹ اکاؤنٹ کی تعریف اور مبادیات سے آگاہی ضروری ہے۔ کرنٹ اکاؤنٹ یہ بینک میں ایسا اکاؤنٹ ہے جو بالخصوص درج ذیل خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔

(۱) سودی منافع سے پاک۔

(۲) اس پر ماہانہ سروس چارجز مخصوص حالت میں لیتے ہیں مثلاً حبیب بینک میں اس بابت مخصوص چارجز ہیں

(۳) اس میں سہولیات کے حصول کیلئے آپ کو کچھ ادائیگی کرنا پڑتی ہے۔ مثلاً چیک بک اور ATM کارڈ کے چارجز وغیرہ

(۴) اس اکاؤنٹ پر حکومت کی طرف سے بمطابق قانون زکوۃ و عشر ۱۹۸۰، زکوۃ کی کٹوتی نہیں ہوتی ہے۔

"Current Account: HBL current account allows individual and business to deposit money and withraw funds any time., Non-profit bearing, HBL current account have various element of fee". [72]

بالعموم ماہانہ سروس فیس ۵۰ روپے لی جاتی ہے مثلاً نیشنل بینک آف پاکستان کے حوالہ "SPM (Revised) Chap-II" میں بینک چارجز کا مکمل شیڈول دیا گیا ہے جس کے صفحہ نمبر ۱۸ پر کرنٹ اکاؤنٹ کے ماہانہ ۵۰ روپے رقم ہے۔[۷۳]

نیز کرنٹ اکاؤنٹ پر حکومت کی طرف سے زکوۃ نہیں کاٹی جاتی ہے اور یہ اکاؤنٹ حکومتی قانون زکوۃ و عشر کے شیڈول نمبر ۲ کی شق نمبر ۴ کا حصہ ہے (شیڈول نمبر ۲ کی تمام شقیں زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ ہیں)[۷۴] اور بینک اس قانون کی مکمل پاسداری کرتے ہوئے اپنے مینول میں اس استثنائی صورت کو واضح انداز میں لکھتے ہیں۔[75]

کرنٹ اکانٹ سے متعلق بنیادی معلومات کے بعد اب استفتاء یہ ہے کہ کیا کرنٹ اکاؤنٹ شرع کی رو سے زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ ہوگا؟ اور کیا حکومتی قانونِ زکوۃ و عشر میں کرنٹ اکاؤنٹ کا زکوۃ کٹوتی سے استثناء صحیح ہے؟

شریعتِ اسلام میں ہر اس مال پر زکوۃ لازم ہے جس میں وجوبِ زکوۃ کی شرائط پائی جائیں اور وہ بنیادی شرائط یہ ہیں۔

۱۔مال کا بقدر نصاب ہونا۔ ۲۔مال پر مکمل تصرف کا ہونا۔ ۳۔مال کا قرض سے بری ہونا۔

۴۔مال کا حلال ہونا(اس میں ملکیت کا عنصر بھی شامل ہے)۵۔مال پر سال کا گذرنا۔ ۶۔ بالغ وعاقل ہونا(یعنی مالک کا بالغ اور عاقل ہونا)

اب کرنٹ اکانٹ پر ان بنیادی شرائط کو منطبق کریں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ کرنٹ اکاؤنٹ میں بالعموم وجوبِ زکوۃ کی دو بنیادی شراائط پائی جاتی ہیں:

- یہ اکاؤنٹ سودی منافع سے پاک ہوتا ہے۔
- اکانٹ ہولڈر کو اکاونٹ میں موجود رقم پر پورا تصرف حاصل ہوتا ہے نیز اگر وہ کرنٹ اکاؤنٹ دیگر چار بنیادی شرائط کا حامل بھی ہے یعنی

(۱) وہ کرنٹ اکاؤنٹ کسی بالغ وغیر مجنون کا ہے۔ (۲) کرنٹ اکاؤنٹ کے مال پر سال بھی گذر چکا ہے۔

(۳) کرنٹ اکاؤنٹ کا مال بقدر نصاب بھی ہے۔ (۴) کرنٹ اکاؤنٹ کا بقدر نصاب مال قرض سے بھی پاک ہے۔

تو ان صفات کے حامل کرنٹ اکاؤنٹ میں بالاتفاق زکوۃ لازم ہوگی۔

مزید براں کتبِ فتاوی[فتاوی دار العلوم زکریا[٧٦]، زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا[٧٧]]میں بھی صراحت کی ساتھ منقول ہے کہ کرنٹ اکانٹ میں بنیادی شرائط کے پائے جانے کی صورت میں زکوۃ لازم ہوگی۔

حاصل بحث یہ ہے کہ وجوبِ زکوۃ کی شرائط کے حامل بینک اکائونٹس پر زکوۃ لازم ہوگی، لہذا بغیر کسی وجہ کے کرنٹ اکاؤنٹ کو زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنی کرنا صحیح نہیں ہے۔ اس لیے حکومت کے قوانینِ زکوۃ میں ترمیم کرکے کرنٹ اکاونٹ کو بھی زکوۃ کی کٹوتی میں شامل کرنا چاہئے اور حکومتی جدول نمبر ۲ سے حکومتی جدول نمبر ا کا حصہ بنانا چاہئے، نیز اس لیے بھی کہ یہ اکاؤنٹ تو دیگر اکاؤنٹس کی بہ نسبت سود کی آمیزش سے بھی پاک ہے۔

5۔ غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس پر زکوۃ کی کٹوتی کا استثناء

غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس سے مراد بینک میں وہ اکانٹس ہیں جس میں غیر ملکی کرنسی جمع کرائی اور رکھی جاتی ہوں مثلا: امریکی ڈالر، برطانوی پاؤنڈ، جاپانی ین وغیرہ[78]

سرکاری نظامِ زکوۃ میں زکوۃ کی کٹوتی سے غیر ملکی کرنسی اکاونٹس کو استثناء حاصل ہے جس کی رو سے اگر کسی شخص کے پاس جتنی مرضی غیر ملکی کرنسی، غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹ میں ہو، اُس اکاونٹ سے زکوۃ نہیں کاٹی جائے گی۔ اس بارے میں بھی وجوبِ زکوۃ کی بنیادی شرائط اگر موجود ہیں تو اس مال پر بھی زکوۃ لازم ہوگی نیز رقم چاہے روپیہ میں ہو یا ڈالر میں بہر صورت وجوبِ زکوۃ کی شرائط کی پاسداری کے بعد زکوۃ لازم ہوگی۔ فتاوی حقانیہ کے مفتیان نے صراحت کے ساتھ غیر ملکی کرنسی پر بقدر نصاب کی صورت میں زکوۃ کو لازم قرار دیا ہے۔[٧٩]

حاصلِ کلام یہ ہے کہ شرعی لحاظ سے غیر ملکی کرنسی کو زکوۃ کی کٹوتی سے استثناء حاصل نہیں ہے لہذا سرکاری قانونِ زکوۃ میں غیر ملکی کرنسی کو زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنی قرار دینا صحیح نہیں ہے۔ نیز اس حکومتی اقدام سے زکوۃ کی کٹوتی سے استثناء کے فوائد بالخصوص ان امراء کو حاصل ہوں گے جو بین الاقوامی سطح پر کاروبار کرتے ہیں اور ان کی بیع وشراء اکثر اسی میں ہوتی ہے، نیز اس کا فائدہ عام تاجر کو بھی ہوگا جو زکوۃ کی کٹوتی سے بچنے کے لیے ایسے اکاؤنٹس کھلوا کر اپنا سرمایہ غیر ملکی کرنسی میں محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں دوسرے الفاظ میں زکوۃ کی کٹوتی کا یہ استثناء زکوۃ سے فرار کا ایک حیلہ فراہم کرتا ہے اور اس حیلے کا اختیار کرنا عصر حاضر میں کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ ہر ملک میں جگہ جگہ کرنسی تبدیلی کے دفاتر موجود ہیں۔[80]

ممکنہ اعتراض: اس شرعی حکم پر حکومت کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ قانونِ زکوۃ وعشر میں غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹس اور کرنٹ اکاؤنٹس کو زکوۃ کی کٹوتی سے استثناء نہیں دیا گیا ہے بلکہ ان دونوں چیزوں میں زکوۃ کی ادائیگی مالکان کے سپرد کی گئی ہے لہذا یہ شرعی حکم اُس وقت لاگو ہوگا جب حکومتی قانونِ زکوۃ میں اس کو کلی طور پر زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہو۔

جواب: اس ممکنہ اعتراض کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ حکومتی قانون زکوۃ وعشر میں ان دونوں استثناء کو کلی طور پر زکوۃ سے خارج نہیں قرار دیا گیا ہے یہ بات بالکل صحیح ہے لیکن اس قانونی شق میں سقم یہ ہے کہ مال کی ایک جنس یعنی نقدی میں کرنٹ اکاؤنٹ، غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹ اور سیونگ اکاؤنٹ سب برابر ہیں۔ اب تینوں میں صرف سیونگ اکاؤنٹ میں حکومت کی طرف سے زکوۃ کا وصول کرنا اور باقی اکاؤنٹس کو بغیر کسی شرعی وجہ کے چھوڑ دینا درست نہیں ہے۔ اور اگر مالکان کو اختیار ہی دینا ہے تو شریعت مطہرہ میں اموال زکوۃ کے اختیار کے بارے میں یہ اصول ہے کہ اموال ظاہرہ کی زکوۃ حکومت وصول کرے اور اموالِ باطنہ کی زکوۃ امراء خود نکالیں جبکہ یہ اُصول دیکھنے میں نہیں ملتا ہے کہ اموالِ ظاہرہ میں سے چند چیزوں سے زکوۃ لی جائے اور چند سے نہیں اور اسی طرح اموالِ باطنہ میں سے چند اشیاء میں زکوۃ حکومت وصول کرے اور چند میں نہیں۔ یاد رہے کہ بینک کے تمام اکاؤنٹس جمہور فقہاء کے نزدیک اموالِ باطنہ میں سے ہیں اور بعض نزدیک اموالِ ظاہرہ میں سے ہیں، لہذا مقالہ نگار کی تحقیق کے مطابق اکثر فقہاء میں متفقہ تقسیم یہ ہے کہ اموالِ ظاہرہ کی کلی زکوۃ حکومت حاصل کرے اور اموالِ باطنہ کی کلی زکوۃ اُمراء خود دیں، اب چاہے اُمراء اپنی مرضی سے اموالِ باطنہ کی زکوۃ حکومتی بیت المال میں جمع کروائیں یا کسی اور ادارے کو دیں شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں ہے

۷۔ جوائنٹ اکاؤنٹ کی ایک صورت پر کٹوتیِ زکوۃ کا استثناء

اس مسئلے میں دو بنیادی باتوں جاننا ضروری ہے: ا۔ جوائنٹ اکاؤنٹ کی تعریف ومبادیات ۲۔ CZ-50 فارم

جوائنٹ اکاؤنٹ: جوائنٹ اکاؤنٹ سے مراد ایسا بینک اکاؤنٹ ہے جو بینک میں کم از کم دو افراد کے مابین مشترک ہو۔ بالعموم وہ دو افراد درج ذیل ہوتے ہیں:

ا۔ میاں اور بیوی ۲۔ نابالغ اور سرپرست ۳۔ نابالغ اور والد

نیز کوئی سے کم از کم دو افراد اور ان دو افراد میں ایک ملکی اور دوسرا غیر ملکی بھی ہو سکتا ہے۔ ڈکشنری آف بینکنگ میں جوائنٹ اکاؤنٹ کی یہ تعریف کی گئی ہے کہ جوائنٹ اکاؤنٹ سے مراد ایسا اکاؤنٹ ہے جو دو یا دو سے زیادہ ناموں کی بنیاد پر (بینک میں) کھولا جائے۔[81]

میاں اور بیوی کے درمیان اکاؤنٹ کو جوائنٹ کا ہی نام دیا جاتا ہے جبکہ نابالغ اور سرپرست / والد کے جوائنٹ اکاؤنٹ کو کئی بینک Minor Acount کا عنوان دیتے ہیں۔ اسی طرح جوائنٹ اکاؤنٹ ملکی اور غیر ملکی کے مابین بھی کھولا جاسکتا ہے لیکن وہ اکاؤنٹ غیر ملکی اکاؤنٹ متصور ہو گا اگرچہ وہ اکاؤنٹ پاکستانی نے کھلوایا ہوا ہو۔

"If a pakistani resident opens a joint account withe the US person, the account shall be treated as a US account"[82]

جوائنٹ اکاونٹ سے کٹوتیِ زکوۃ کی یہ صورت شرعی لحاظ سے درست نہیں کیوں کہ اگر شریکین بقدر نصاب مال کے مالک ہیں اور دیگر زکوۃ کی شرائط بھی تام ہوں تو زکوۃ کی ادائیگی دونوں پر اپنے نصاب کے مطابق لازم ہو گی۔[۸۳]

یعنی ہر شریک پر زکوۃ کے لزوم کے لیے کامل نصاب کا ہونا شرط ہے جبکہ جوائنٹ اکاؤنٹ میں غیر ملکی شریک کی وجہ سے دونوں[غیر ملکی اور ملکی]کو زکوۃ کی کٹوتی سے استثناء دینا درست نہیں ہے۔

فقہاء اسلام کے ہاں مال اشتراک (Joint Account) کی یہ صورت تین اصطلاحات میں معروف ہے:

۱۔خلطۃ الاعیان ۲۔خلطۃ الشیوع ۳۔خلطۃ الاشتراک

خلطۃ الاعیان: اس سے مراد ایسا مال مشترکہ جو نا قابل تقسیم ہو اور ایک کا حصہ دوسرے سے ممیز نہ ہو۔[۸۴]

خلطۃ الشیوع: صاحبِ زکوۃ کسی مال میں مشترک ہو تو اسے خلطۃ الشیوع کہا جاتا ہے۔"ولو اشترک اہل الزکاۃ تسمی ہذہ خلطۃ الشیوع"[۸۵]

خلطۃ الاشتراک: اس سے مراد دو افراد کی اشیاء کا کسی چیز میں مختلط ہو جانا ہے اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

(i) ایک دیوار یعنی کسی مکان میں کھجوروں یا کھیتی کا جمع ہو جانا۔

(ii) کسی ایک صندوق میں ہر ایک کے لیے درہم کی تھیلی کا ہونا

(iii) تجارتی سامان کا ایک خزانہ میں جمع ہو جانا۔

"وصورۃ الخلطۃ فی ہذہ الاشیاء ان یکون لکل واحدۃ منہما صنف نخیل او زرع فی حائط واحد او لکل واحد لیس درہم فی صندوق واحد او اللغۃ تجارۃ فی خزافۃ واحد"[۸۶]

فقہاء عظام کے ہاں یہ اصطلاحات دو صورتوں میں زیر بحث آئی ہیں:

(۱) دو افراد کے مویشیوں میں اختلاط کی صورت میں زکوۃ کا حکم۔

(۲) افراد کے نقدی یا سامان تجارت کے مشترکہ مال میں زکوۃ کا حکم۔

پہلی صورت میں جمہور فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مویشیوں میں ایسا اختلاط جو زکوۃ کے خوف سے متفرق کو جمع کرنے کی صورت میں کیا جائے یہ درست نہیں ہے۔ اور اسی طرح زکوۃ کے خوف سے مجموعہ مویشیوں کو جدا جدا نہیں کیا جائے گا۔ مثلا تین اشخاص ہوں ہر شخص کے پاس ۴۰ بکریاں ہوں تو ہر شخص پر اس کی بکریوں میں ایک بکری زکوۃ واجب ہے لیکن وہ تینوں زکوۃ وصول کرنے والے کے آنے سے پہلے اپنی بکریاں ملا دیتے ہیں تاکہ ان سب پر صرف ایک بکری واجب ہو (وہ اس طرح ہے بکریوں کی زکوۃ میں ۴۰ سے ۱۲۰ تک اور ایک بکری زکوۃ واجب ہے) یعنی متفرق چیزوں کو اس لیے ایک کر دینا تاکہ زکوۃ سے کافی حد تک چھوٹ حاصل ہو، یہ عمل درست نہیں ہے۔

اسی طرح اشخاص کے مشترک جانور سے ایک نصاب زکوۃ بن رہا ہو اور وہ لوگ زکوۃ وصول کرنے والے کے آنے سے پہلے اپنے اپنے اونٹ علیحدہ علیحدہ کر لیں تاکہ انفرادی تعداد کم ہونے کی وجہ سے کسی پر بھی زکوۃ واجب نہ ہو۔ یہ عمل بھی درست نہیں ہے۔[۸۷]

جمہور کی دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے جو صحیح البخاری میں موجود ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"لا یجمع بین متفرق و لا یفرق بین مجتمع خشیۃ الصدقۃ"[۸۸]

(زکوۃ کے خوف سے متفرق کو جمع اور جمع کو متفرق نہیں کیا جائے گا)

فقہاء نے اس حدیث مبارکہ کو صرف جانوروں کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔

سوال: اس حدیثِ مبارکہ کو صرف جانوروں کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ حدیث مبارکہ کے الفاظ میں عموم ہے۔ کسی قسم کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

جواب: جمہور فقہاء نے اس حدیث کو جانوروں کے ساتھ اس لیے مخصوص قرار دیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد مبارک ہے جو اس حدیث کی تشریح کو بیان کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

"باب تفسير اللخليطين: الخليطان ما اجتمعا على الحوض والراعى و الفحل" [89]

(دونوں شریک اس وقت تک ہیں جب تک کہ وہ حوض (پر پانی پلانے) چرانے اور سانڈ میں اکٹھا ہیں)

یعنی اس حدیثِ مبارکہ میں فرضی شریک اور اصل شریک کی وضاحت فرمادی گئی ہے کہ اصل شریک وہ ہیں جو ان تینوں چیزوں (حوض، راعی، فحل) میں شریک ہوں اور فرضی شریک وہ ہیں جو زکوۃ وصول کرنے والے کے آنے سے پہلے زکوۃ کے خوف سے جمع یا علیحدہ ہو جائیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حدیث مبارکہ "لا یفرق بین مجتمع" صرف جانوروں سے متعلق ہے۔

"وقول النبى صلى الله عليه وسلم (لا يجمع بين متفرق) انما يكون فى الماشية [90]

ودل على ان حديث (لا يفرق بين مجتمع) انما يكون فى الماشية" [91]

دوسری صورت میں جمہور کا اتفاق ہے کہ نقدین اور سامانِ تجارت میں اختلاط کا اثر نہیں ہو گا یعنی ہر شریک یا خلیط کے مال کی علیحدہ علیحدہ زکوۃ نکالی جائے گی۔ یہ مسلک احناف، مالکیہ، امام احمد کی ایک روایت ہے اور امام شافعی کی ایک روایت ہے اور علامہ ابن قدامہ کے حوالے سے علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ یہ اکثر اہل علم کا قول ہے۔[92]۔[93]

علامہ مفلح "الفروع" میں لکھتے ہیں کہ غیر سائمہ میں اختلاط کا اثر نہ ہونے پر نص ہے اور یہی مشہور ہے۔"[94]

موسوعہ فقہیہ میں "الزرع والثمر وعروض التجارة والذهب والفضة" کے عنوان کے تحت رقم ہے:

"ومذہب مالک ہو والرواية الاخرى عن احمد وہو قول الشافعية: ان الخلطة فيها لا تؤثر مطلقا بل يزكى مال كل شريك او خليط وحده"[95]

(امام مالک کا مذہب، امام احمد کی دوسری روایت اور شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ ان اموال میں اختلاط کا مطلقاً اثر نہیں ہو تا بلکہ ہر شریک یا خلیط کے مال کی علیحدہ زکوۃ نکالی جائے گی)

حاصل بحث یہ ہے کہ نقدین وغیرہ میں اموالِ مشترکہ میں سے ہر شریک پر زکوۃ کی ادائیگی اس وقت لازم ہو گی جب اس کے حصے میں بقدر نصاب مال موجود ہو۔ اس تفصیل کے بعد بینک کے جوائنٹ اکاؤنٹ کی حیثیت واضح ہو گئی ہے کہ جوائنٹ اکاؤنٹ میں چونکہ نقدین کی مثل (کرنسی) رکھی جاتی ہے لہذا اس کا حکم بھی نقدین کی طرح ہو گا اور نقدین کا قانون اموال مشترکہ میں یہ ہے کہ ہر شریک کا حصہ بقدر نصاب ہے تو زکوۃ لازم ہو گی ورنہ نہیں اس لیے حکومت کا جوائنٹ اکاؤنٹ میں کٹوتی زکوۃ سے استثناء دینے کا یہ منفرد طریقہ درست نہیں۔

نتائج وسفارشات

قانون زکوۃ وعشر ۱۹۸۰ اور دیگر صوبائی قوانین زکوۃ وعشر میں حکومت کی طرف سے دس اشیاء کو زکوۃ کی کٹوتی سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے اور ان اشیاء کی زکوۃ کے حوالے سے صاحب نصاب کو کہا گیا ہے کہ وہ ان اشیاء کی زکوۃ یا تو حکومتی زکوۃ فنڈ میں جمع کرا دے یا کسی ادارے کو (جو شرعی لحاظ سے

زکوۃ وصول کر سکتا ہو) زکوۃ ادا کر دے۔ ان مستثنیات زکوۃ میں چند مستثنیات [مویشی جات، صنعتی تجارت، ہیرے جواہرات، کرنٹ اکاؤنٹ، غیر ملکی کرنسی اکاؤنٹ، جوائنٹ اکاؤنٹ [ملکی و غیر ملکی] پر قدیم و جدید علماء و فقہاء نے اپنی آراء پیش کی ہیں اور نقد بھی کیا ہے کہ ان اشیاء سے زکوۃ کی کٹوتی کو سرکاری سطح پر استثناء دینا درست نہیں۔ از روئے شرع امام یا حاکم کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان اشیاء سے زکوۃ کی وصولی کا انتظام کرے اگرچہ مویشی جات سے متعلق یہ عذر پیش کیا جا سکتا ہے کہ اس میں مشقت زیادہ ہے حالاں کہ سرکاری سطح پر گندم وغیرہ کی تحصیل میں بھی مشقت ہے مگر حکومت سرکاری سطح پر کسانوں سے گندم خریدتی ہے تو مویشی جات کی بابت زکوۃ کی تحصیل کیوں کر ممکن نہیں ہو سکتی نیز حکومت اس بابت مناسب اقدام کرے اور عید الاضحیٰ کے موقع پر سرکاری منڈی لگا کر انہی جانوروں کو فروخت کرے تو عوام جعل سازی اور گرانی جیسے معاشرتی برائیوں سے محفوظ بھی رہ سکتی ہے۔

نیز حکومت یا امام کو اختیار حاصل ہے کہ وہ کن اموال میں زکوۃ وصول کرے اور کن اموال میں زکوۃ وصول نہ کرئے کیونکہ ماقبل کی تصریحات سے یہ ثابت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین دونوں اموال (اموالِ ظاہرہ اور اموالِ باطنہ) سے زکوۃ وصول کیا کرتے تھے اور حضرت عثمانؓ کے اس اقدام کہ "اموالِ باطنہ کی زکوۃ کو مالکوں کے سپرد کرنا" سے یہ بھی ثابت ہے کہ امام کو اپنا اختیار چھوڑنے کا حق بھی حاصل ہے کہ خود زکوۃ وصول کرنے کی بجائے مالکوں کو اپنا نائب ہونے کی حیثیت سے زکوۃ نکالنے کا اختیار دے دے، لیکن ایسا عمل شرعی لحاظ سے اس وقت صحیح ہو گا جب عوام الناس اپنے طور پر زکوۃ کی ادائیگی کرتے رہیں لیکن اگر صورت حال بر عکس ہو تو امام کا پھر ایسا اختیار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ فقہاء کا یہ بھی کہنا ہے کہ ایسی صورت میں امام کی ذمہ داری ہے کہ دین کے ایک رکن کو منہدم ہونے سے بچائے اور اس کی توثیق حضرت ابو بکر صدیقؓ کے عمل سے بھی ثابت ہے جس کی تصریح ماقبل بیان ہو چکی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

[1] http://punjablaws.gov.pk/laws/2696.html/ accessed on 25-12-22

[2] The Zakat & Ushr ordinance 1980, (Lahore: Punjab Law Book House, 2008), p:158

[۳] التوبہ، 103:9

[۴] ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی، بدائع الصنائع، (قاہرہ: دار الحدیث، 2005ء)، ۳۵:۲

[۵] ابو حیان، محمد یوسف بن علی الاندلسی، البحر المحیط، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۰ھ)، ۴۹۹:۵

[۶] الدسوقی، شیخ محمد عرفہ، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر، (دمشق، عیسی البابی الحلبی وشرکائہ، س۔ن)، ج۱، ص ۴۴۳

[۷] البخاری، محمد بن اسماعیل، امام، صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب لاتؤخذ کرائم اموال الناس فی الصدقۃ، (قاہرہ، دار الشعب، ۱۹۸۷ء)، رقم الحدیث: ۱۳۹۵

[٨] صحیح البخاری، کتاب بدء الوحی، باب وجوب الزکاۃ، (قاھرہ، دار الشعب، ١٩٨٧ء)، رقم الحدیث: ١٤٠٠

[٩] لجنہ، موسوعۃ فقہیۃ، (کویت: وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیۃ، ١٩٩٢ء)، ٢٣: ٣٠٤

[١٠] ابن قدامہ، موفق الدین عبد اللہ بن احمد، المغنی، (بیروت، دار الفکر، ١٤٠٥ھ)، ٢: ٥٠٥

[١١] الجنہ، موسوعۃ فقہیۃ، ٢٣: ٣٠٥

[١٢] ایضا بالا

[١٣] صحیح البخاری، باب لا یجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع، رقم الحدیث: ١٤٥٠

[١٤] حسن مدنی، ڈاکٹر، زکوۃ کو اجتماعی طور پر جمع کرنا اور اس کی سرمایہ کاری کرکے تقسیم کرنا، (لاہور: محدث، ٢٠١٥ء)
https://magazine.mohaddis.com/home/articledetail/3119 / accessed 12-01-22

[١٥] مجلس دعوت و تحقیق اسلامی، فتاوی بینات، (کراچی، مکتبہ بینات، ١٤٢٧)، ٢: ٦١٤

[16] The Zakat & Ushr ordinance, 1980, p:159; The Punjab Zakat & Ushr Bill, 2012,(Lahore: Nadeem Law Book House, 2013), p:1: The KPK, Zakat & Ushr Act, 2011, p:36

[17] http://punjablaws.gov.pk/laws/2696.html / accessed on 10-10-22

[18] The Sindh Zakat & Ushr Act, 2011, p:22, The Balochistan Zakat & Ushr Act, 2012, p:38

[١٩] البدائع الصنائع، ٢: ٢٦

[٢٠] صحیح البخاری، باب زکاۃ الغنم، رقم الحدیث: ١٤٥٤

[21] http://punjablaws.gov.pk/laws/2696.html/ accessed on 10-10-22

[22] The Sindh, Zakat & Ushr Act, 2011, p:22, The Balochistan, Zakat & Ushr Act, 2012, p:38

[23] The Zakat & Ushr ordinance 1980, p:159, The Punjab Zakat & Ushr Bill 2012, p:19, The KPK Zakat & Ushr Act, 2011, p:36, The Sindh, The Zakat & Ushr Act, 2011, p:22 The Balochistan, Zakat & Ushr Act, 2012, p:38

[24] الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب، (بیروت: دار احیاء التراث العربی، ١٤٢٠ھ)، ١: ٥٢؛ ابن حجر، احمد بن علی العسقلانی، فتح الباری، (بیروت: دار المعرفۃ، ١٣٧٩ھ)، ١: ١٨٦

[٢٥] البغدادی، محمد بن جعفر، حاشیہ مختصر القدوری، (ملتان، مکتبہ حقانیہ، س ن)، ص، ٣٧

[٢٦] ابو حبیب سعدی، الشیخ، القاموس الفقہی، (کراچی، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، س۔ن)، ص ٩٤

[٢٧] زین الدین بن ابراھیم ابن نجیم، البحر الرائق، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ١٤١٨ھ)، ٢: ٢٣٠

[٢٨] محمد بن عبد الباقی الزرقانی، شرح الزرقانی، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ١٤١١ھ)، ٤: ٢٠٨

[٢٩] البدائع الصنائع، ٢: ٢٦

[٣٠] صحیح البخاری، باب زکاۃ الغنم، رقم الحدیث: ١٤٥٤

[31] The Zakat & Ushr ordinance 1980,p:159, The Punjab Zakat & Ushr Bill 2012, p:19, The KPK Zakat & Ushr Act, 2011, p:36, The Sindh, The Zakat & Ushr Act, 2011, p:22 The Balochistan, Zakat & Ushr Act, 2012, p:38

[32] صحیح البخاری، باب زکاۃ الغنم، رقم الحدیث: ١٤٥٤

[33] The Zakat & Ushr ordinance 1980,p:159, The Punjab Zakat & Ushr Bill 2012, p:19, The KPK Zakat & Ushr Act, 2011, p:36, The Sindh, The Zakat & Ushr Act, 2011, p:22 The Balochistan, Zakat & Ushr Act, 2012, p:38

[٣٤] ابو داود، سلیمان بن اشعث، امام سنن ابی داؤد، باب فی زکاۃ السائمۃ، (بیروت، دار الکتاب العربی، ٢٠٠٠ء)، رقم الحدیث: ١٥٧٨

[٣٥] شیخ نظام وجماعۃ علماء، فتاوی عالمگیری، (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ، ١٩٨٣ء)، ١: ١٧٧؛ بدائع الصنائع، ٢: ٢٨

[۳۶] محمد بن احمد السرخسی، المبسوط، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۱ھ)، ۳۶۶:۲

[37] The Zakat & Ushr ordinance 1980, p:159,The Punjab Zakat & Ushr Bill 2012, p:18, The KPK, Zakat & Ushr Act, 2011, p:35, The Sindh Zakat & Ushr Act, 2011, p:21, The Balochistan Zakat & Ushr Act, 2012, p:37

[۳۸] البدائع الصنائع، ۳۵:۲

[۳۹] فتاوی بینات، ۶۳۵:۲

[۴۰] عاصم، عبد الستار، معاشی بدحالی اور زکوۃ، (لاہور، قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۱۱)، ص ۶۷؛ ابی شیبہ، عبد اللہ بن محمد بن إبراهيم بن عثمان بن خواستي العبسي، مصنف ابن ابی شیبہ، باب ما قالوا فی العطاء اذا اخذ، (الریاض: مکتبہ الرشد، ۱۴۰۹ھ)، رقم الحدیث: ۱۰۴۶۶

[۴۱] ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الاموال، (مصر: دار الھدی، ۱۴۲۸ھ)، ۵۰۰:۱

[۴۲] کتاب الاموال، باب فروض الزکاۃ والذہب ومافیہا، ۵۰۱:۱

[۴۳] مفتی انعام الحق قاسمی، زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا، (کراچی: بیت العمار، ۲۰۱۲ء)، ص، ۳۰۳

[۴۴] انصاری، عبد اللطیف، پروفیسر، راہنمائے زکوۃ، (آزاد کشمیر: عبد اللطیف سنز، ۲۰۰۳ء)، ص، ۲۴۱-۲۴۴

[45] Khalid Nazir, Muhammad, Zakat & Ushr System in Pakistan, Islamabad, Journel of Islamic Studies, International Islamic University,35:3,1996

[46] Manual of zakat and Ushr laws 2012, page 158, Lahore, Nadeem law book house, Date of publishing is not mentioned; Punjab Zakat & Ushr Ordinance: P:18; KPK Zakat & Ushr Ordinance: P:18; Sindh Zakat & Ushr Ordinance: P:18; Balochistan Zakat & Ushr Ordinance: P:18

[۴۷] موسوعہ فقھیہ، ۲۶۷:۲۳

[۴۸] یحی ابن شرف النووی، المجموع، (جدہ: مکتبۃ الارشاد، ۲۰۰۶ء)، ۳۸:۶؛ محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۹۳ھ)، ۴۲:۲؛ النووی، یحی بن شرف الشافعی، المہذب، (دمشق: ادارۃ الطباعۃ المنیریہ، س۔ن)، ۵۱۷:۱

[۴۹] المغنی، ۶۱۵:۲

[۵۰] بقرہ، ۲۶۷:۲

[۵۱] المغنی، ۶۱۵:۲

[۵۲] وہبۃ الزحیلی، الدکتور، التفسیر المنیر، (دمشق: دار الفکر المعاصر، ۱۴۱۸ھ)، ۵۸:۳

[۵۳] الانعام، ۱۴۱:۶

[۵۴] القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر، الجامع لاحکام القرآن، (الریاض: دار عالم الکتب، ۲۰۰۳ء)، ۱۰۷:۷

[۵۵] محمد شفیع، مفتی، معارف القرآن، (کراچی: ادارۃ المعارف، ۱۹۹۹ء)، ۶۳۹:۱

[۵۶] الواحدی، محمد بن علی النیشابوری، الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز، (بیروت: دار القلم، ۱۴۱۵ھ)، ۱۸۹:۱

[۵۷] آفندی، ابن عابد محمد علاؤالدین، حاشیہ رد المختار، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۱ھ)، ۱۲۸:۱

[۵۸] فتاوی عالمگیری، ۱۸۰:۱

[۵۹] الشوکانی، محمد بن علی بن محمد، فتح القدیر، (بیروت: دار ابن کثیر، ۱۴۱۴ھ)، ۱۶۶:۲

[۶۰] مفتی عزیز الرحمن عثمانی، فتاویٰ دار العلوم دیوبند، (کراچی: میر محمد کتب خانہ، آرام باغ، ۱۳۸۵ھ)، ۱۳۰:۶

[۶۱] مولانا عبد الحق حقانی، فتاویٰ حقانیہ، (اکوڑہ خٹک: جامعہ دار العلوم حقانیہ، ۲۰۱۰ء)، ۳:۵۱۲

[۶۲] فتاوی بینات، ۲:۶۱۴

[۶۳] زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۵۰۱

[۶۴] عبد العزیز ضیاء، ڈاکٹر، واتوا الزکوۃ، (لاہور، پیاپبلیکیشنز، ۲۰۰۸ء)، ص، ۳۰

[۶۵] محمد شفیع، مفتی، فتاوی دار العلوم، یعنی امداد المفتین کامل، (کراچی: دار الاشاعت، ۲۰۰۱ء)، ۲:۳۶۳

[۶۶] علی بن عمر دار قطنی، سنن دار قطنی، باب وجوب الزکاۃ الذہب والفضۃ والورق والماشیۃ، (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، 1424ھ)، ج ۳، ص ۹، رقم الحدیث: ۱۹۰۲

[۶۷] البیہقی، احمد بن حسین، السنن الکبری، باب مالا زکاۃ فیہ من الجواہر غیر الذہب، (بیروت: دار الکتب العلمیہ، طبع ثالثہ، ۲۰۰۳ء)، رقم الحدیث: ۷۵۹۰

[۶۸] مصنف ابن ابی شیبۃ، باب فی اللؤلو والزمرد، رقم الحدیث: ۱۰۰۶۷

[۶۹] محمد بن احمد السرخسی، المبسوط، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۲۱ھ)، ۳:۶۷

[۷۰] المجموع، ۶:۱۲

[71]Manual of zakat and Ushr laws 2012, page 158, Lahore, Nadeem law book house, Date of publishing is not mentioned; Punjab Zakat & Ushr Ordinance: P:18; KPK Zakat & Ushr Ordinance: P:18; Sindh Zakat & Ushr Ordinance: P:18; Balochistan Zakat & Ushr Ordinance: P:18

[72] www.hbl.com/hblcurrentaccount

[73] Karachi; NBP, SPM (Revised) Chap-II,Date: 13-06-2017

[74] Zakat & Ushr Ordinance 1980 p: 157, Punjab Zakat & Ushr Ordinance 2012 p 18, KPK Zakat & Ushr Ordinance 2011 p 34, Sindh Zakat & Ushr Ordinance 2011 p 21, Balochistan Zakat & Ushr Ordinance 2012 p 36

[75] Bank Al Habib limited, Manual p: 7

[۷۶] رضا الحق، مفتی، فتاوی دار العلوم زکریا، (لاہور: زمزم پبلشرز، ۲۰۰۷ء)، ۳:۱۲۹

[۷۷] زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا، ص ۱۰۱؛ مولانا عبد الرحیم لاجپوری، فتاویٰ رحیمیہ، (کراچی: دار الاشاعت، 2009ء)، ۷:۱۷۶

[78] Manual of Bank Al-Habib Limited, Ch: Zakat, P, 6

[۷۹] فتاوی حقانیہ، ۳:۵۲۴

[80] Riaz Ahmad, Mian, Banking & Finance, (Lahore: Azeem Academy, 2011), p. 81

[81] Thomas, William, Dictionary of Banking, (London: SIR ISAAC PITMAN & SONS,1911), p. 287.

[82] MCB Manual: p 39.

[۸۳] زکوۃ کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا، ص، ۴۴۵

[۸۴] الفوزان، صالح بن فوزان بن عبد اللہ، الملخص الفقہی، (الریاض: دار العاصمہ، ۱۴۲۳ھ)، ۱:۳۳۲؛ المغنی لابن قدامہ، ۲:۴۷۶

[۸۵] عمیرہ، شہاب الدین احمد الرلسی، حاشیۃ عمیرہ، (بیروت: دار الفکر، ۱۴۱۹ھ)، ۲:۱۴

[۸۶] النووی، یحی بن شرف الشافعی، روضۃ الطالبین، (ریاض: دار عالم الکتب، ۲۰۰۳ء)، ۲:۱۷۲

[۸۷] محمد بن ادریس الشافعی، کتاب الام، (بیروت: دار المعرفۃ، ۱۳۹۳ھ)، ۲:۱۴

[۸۸] صحیح البخاری، باب لایجمع بین متفرق ولا یفرق بین مجتمع، رقم الحدیث: ۱۴۵۰

[۸۹] سنن دار قطنی، باب تفسیر الخلیطین وماجاء فی الزکاۃ علی، رقم الحدیث: ۱۹۴۳

[۹۰] المغنی، ۲:۴۷۶

[۹۱] موسوعۃ فقہیۃ، ۱۹:۲۲۸

[۹۲] البدائع الصنائع، ۲:۲۹

[۹۳] المغنی لابن قدامہ، ۲:۴۸۵

[۹۴] الرامینی، محمد بن مفلح، الکتاب الفروع ومعہ تصحیح الفروع، (بیروت: موسسۃ الرسالۃ، ۱۴۲۴ھ)، ۴:۶۰

[۹۵] موسوعۃ فقہیۃ، ۱۹:۲۲۸